Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 5 (July-Sep 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Baloch Society and Values: An Overview

بلوچ سماج واقدار(ایک جائزہ)

Dr. Zahid Hussain Dashti
Lecturer, Department of Balochi, University of Balochistan, Quetta,

Dr. Zia Ur Rehman Baloch
Assistant Professor, Department of Pakistani Languages, AIOU, Islamabad.

Abstract

Baloch Society is an integrated whole of learned behavior traits and characteristics of the members of a given society. It includes codes of manners, dress, language, rituals, and norms of behavior. Baloch has a unique and rich culture. It is important to know about its main feature because still unexplored. Culture is an integrated whole of learned behavior traits and characteristics of the members of a given society. It includes codes of manners, dress, language, rituals, and norms of behavior. Baloch has a unique and rich culture. It is important to know about its main feature because still unexplored. This paper highlights and illustrates some significant and key points of the Baloch Society.

Keywords: Society, Values, Civilization, Baloch, Society, History, Nation, Antiquity, Society, Values.

تعارف

سماج کسی قوم وطبقہ کی مجموعی کیفیات واحساسات کا نام ہے یہ تاثر واحساسات کسی خاص قوم کی سماجی زندگی کی نمایاں علامت بن کر رہ جاتے ہیں۔ اقوام کی سماج وقت وحالات کے مطابق مسلسل تبدیل اور ترقی کے عمل سے گزرتی ہے اور یہ کا اقوام کے طرز معاشرے طور طریقہ اقتصادی حالت پر دارومدار ہوتا ہے۔ ہر طبقہ و قوم اپنی اقدار میں خوبصورتی و تبدیلی کا رنگ خود بھرتا ہے جو وقت وحالت کے مطابق قوم وطبقہ کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اپنے اثرات ہوتی ہے۔

انسان نے جب اپنی تہذیبی کا سفر کا آغاز کیا تھا تو اُس نے مختلف حیوانات اور چرند پرند اور اپنی کوششوں سے اپنی روزمرہ کی زندگی میں اشیاء اور ضرورت کی چیزوں کو نام دینے لگا اُس نے اس جدوجہد میں زبان کی ایجاد کی جو رفتہ رفتہ مختلف صورتوں میں ہمارے سامنے آج موجود ہے۔ مگر اس سفر میں بہت سی زبانیں اپنی شناخت کھودی جس کی بنیادی وجہ اُس وقت کے انسان کی مجبوریوں اور وسائل کی کمی سبب تھی۔ مگر آج جب دنیا میں ہر زبان کو اُس کی ادبی، تاریخی اور ثقافتی شناخت کے مواقع دستیاب ہے تو اُس زبان کو زندہ بولنے والے اُس کی اہمیت اور ضرورت کو مد نظر رکھ کر اُس کی آبیاری کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جس کے لئے اس نے مختلف معاشرتی علوم کو سیکھنا شروع کیا اور اُس میں اپنی زبان کو درپیش مسائل کو حل کرنے کے لئے اُس کے دانشور اور ادیبوں نے اہم کردار ادا کرتے ہوئے مختلف اشیاء اور علوم کے تحت اصطلاحات کو سامنے لانے کا مشکل مگر ضرورت کے تحت سامنے لایا۔ دنیا کے کسی بھی معاشرے میں بولے جانے والی زبان کی تاریخ اور ادب انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

یہاں کے ادب پر وقت کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کی زبانوں کے اثرات مرتب ہو رہی ہیں ساتھ ساتھ یہاں کے مقامی زبانوں کے اثرات سے بھی براہوئی زبان بچی نہیں۔ مگر جہاں تک لوگوں کی بات ہے وہ گاؤں اور میدانوں میں رہنے والے وہ باشندے ہیں جنھوں نے اپنی زبانوں کو ان اثرات سے محفوظ رکھا ہے بلکہ وہ اپنی زبان کے قدیم خزانے کو بھی محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ آج بھی گاؤں اور ویرانوں میں رہنے والے خانہ بدوش افراد روزمرہ زندگی میں نہ صرف خالص بلوچی زبان بولتے ہیں بلکہ وہ ضرب الامثل کو بھی اپنی گفتگو میں زندہ رکھے ہوئے ہیں اور اگر کوئی مہمان شہر سے ان کے پاس جاتا ہے تو وہ نہ صرف وہ ان خزانوں کے متعلق بتاتے ہیں بلکہ یہ بھی کہنے میں عار محسوس نہیں کرتے کہ ان کے آباؤ اجداد نے ضرب الامثل کو کس طرح تخلیق کیا اور کس طرح ان کو زندہ رکھا۔ اس لئے ضرورت آج پھر ان ادبی اداروں، دانشوروں اور ان حضرات کی ہے جو اپنی زبانوں سے محبت کرتے ہیں اور ان کو صاف اور اصل حالت میں سننا اور پڑھنا پسند کرتے ہیں ان کی ذمہ داری ہے وہ اپنی وسائل یا مختلف اداروں کی معاونت سے لوک ادب کے خزانے کو محفوظ رکھنے کے لئے اقدامات کریں۔ جیسے کہ ہم جانتے ہیں کہ پوری دنیا میں ہر قوم نے اپنے ادب خاص کر لوک ادب کے حوالے سے مختلف تحقیق اور کوششیں کی۔ مگر انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہر زبان کی تخلیق اور اس کی تاریخ بہت ہی پرانی ہے۔

بلوچ کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالرزاق صابر اپنے پی ایچ ڈی مقالہ "براہوئی اور بلوچی لسانی روابط" میں تحریر کرتے ہیں:

> "بلوچ قبائل کی کثیر تعداد پاکستان صوبہ بلوچستان کے علاوہ صوبہ سندھ اور پنجاب میں آباد ہے۔ بیرون ملک ایران، افغانستان، ترکمانستان اور خلیجی ریاستوں میں بھی بلوچوں کی اچھی خاصی تعداد آباد ہے۔ لہٰذا ان تمام ممالک اور ہمسایہ اقوام کی ثقافت نے بلوچ ثقافت کو بھی متاثر کیا ہے۔ جس کی ایک بڑی وجہ بلوچوں کا جس بھی علاقے میں جانے کے بعد وہاں کی ثقافت کو اپنانے کی خاصیت ہے۔ ان تمام اثرات کے باوجود بلوچ ثقافت اپنی چند مخصوص اقدار کی وجہ سے ہمسایہ ثقافتوں سے یکسر منفرد دکھائی دیتی ہے۔ بلوچ قبائل کے ہاں بلوچ ثقافت کی یہ انفرادیت "بلوچیت" کہلاتی ہے۔(صابر:2021ء ص۔257)

بلوچ سماج کی بنیاد واساس، محبت انسان دوستی، احترام وعزت یکجہتی خوشی و تفریح کے طرز پر قائم ہے جو کہ بلوچ قوم کے لئے باعث فخر ہے اور پاکستانی کلچر کے خوبصورت اجزاء ہیں۔ بلوچ ثقافت مادی اور غیر مادی لحاظ سے بہت امیر ہے بلوچی پہچان اور اس کے اہم اجزاء اور تاریخی حوالے اور مختلف ماہرین، تاریخ دان اور دانشوروں اور ادیبوں کے اس حوالے سے رائے کو بھی شامل کیا جارہا ہے۔

CC BY

بلوچستان کے مختلف علاقوں میں رہائش اختیار کرکے اپنی زمینداری، مال مویشی میں زندگی گزارتے ہیں۔ جبکہ سردیوں میں یہاں سخت سردی پڑتی ہے۔ ماضی اور موجودہ دور میں یہاں پر گیس اور ایندھن کے دیگر ذرائع ناپید ہونے کے سبب تو وہ مجبوراً سندھ کی طرف بولان کے راستے ہجرت کرتے ہیں۔

ہجرت یا خانہ بدوشانہ زندگی میں سفری سہولیات نہ ہونے اور سفر کے دوران بارشوں کے آگھیر لینے سے بہت تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ ان کے مال مویشی جن میں اونٹ کو وہ اپنی سامان اٹھانے کے لئے اور دیگر بھیڑ بکریوں کو اپنی گزر بسر کے لئے ساتھ رکھتے ہیں اور ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان کی خوراک کے لئے وہ راستوں میں سبزہ وغیرہ جبکہ پڑاؤں کی جگہ پر کٹے ہوئے فصل کے باقیات کو خرید کر یا انسانی ہمدردی کے تحت حاصل کرکے اپنی مال مویشی کو چراتے ہیں۔

لوک ادب چاہے وہ نظم ہو یا نثر کسی قوم و زبان کی بنیاد قرار دی جا سکتی ہے۔ جن اقوام نے اپنی لوک ادب پر توجہ دی تو انہوں نے اپنی زبان و ادب کو ترقی دینے میں کامیابی حاصل کی۔ لیکن اس کے مقابلے میں جن اقوام نے اس جانب توجہ نہیں دی تو وہ اس دوڑ میں پیچھے رہ گئے۔ براہوئی ادب (لوک) کی ترقی کے لئے براہوئی اکیڈمی اپنی خدمات پیش کر رہی ہے۔ اس موضوع پر کام کرنے والے شاعر، ادیب، دانشوروں کی ہر طرح سے افزائی کرتی ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ادیب و شعراء لوک ادب پر کام کرکے ان موتیوں کو سامنے لائے۔

زبان ایک متحد معاشرہ کی تشکیل و علامات کا اہم جزو ہے بلوچی زبان ایک قدیم زبان ہے یہ زبان ایران کی قدیم زبان پہلوی اور اوستا زبان کی ہم عصر ہے یہ بات تحقیق کے بعد منظر عام پر آئی ہے بعض نے بلوچی زبان کی قدامت کو برداشت نہ کرکے یہ رائے سامنے لائے کہ بلوچی فارسی کا کوئی مسخ شدہ حصہ و شکل ہے لیکن یہ خیال ورائے سراسر بے بنیاد ہے اس بات پر کوئی شک نہیں کہ بلوچی نے دوسری زبانوں کے ساتھ یکجا و اکٹھا ہونے کے سبب کبھی بخل و کنجوسی کا کام نہیں لیا بلکہ دوسرے زبانوں سے کچھ الفاظ محاورے و اصلاحات اسی طرح بہت کچھ اس نے زبانوں کو دیا ہے مورخین کے مطابق بلوچوں کا تاریخی عہد تین ادوار پر مشتمل ہے پہلا دور اس کے جنوبی عرب، دوسرا ایران و سیستان اور تیسرا دور حال ان تینوں ادوار کے اثرات زندگی کے دوسرے پہلوؤں کے ساتھ زبان پر بھی پڑے۔

بلوچی زبان یوں تو خلیجی ممالک، ترکمانستان، افغانستان، ایران اور پاکستانی بلوچستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ بلوچی زبان کے ساتھ یہاں (بلوچستان میں) دیگر زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر عبدالرزاق صابر اپنے پی ایچ ڈی مقالہ "براہوئی اور بلوچی لسانی روابط" میں تحریر کرتے ہیں:

> "صوبے کی اکثریتی زبان بلوچی ہے۔ جو 1981ء کے مرتب کردہ حکومتی اعداد و شمار کے مطابق کل آبادی کا 36.3 فیصد لوگ بولتے ہیں۔ سبی اور نصیر آباد ڈویژنوں میں بلوچی اور براہوئی کے ساتھ ساتھ سندھی اور سرائیکی زبان بھی بولی جاتی ہے۔ کوئٹہ شہر میں آبادی کے ایک مخصوص حصے کی زبان دری فارسی سے نزدیک تر ہے جو ہزارگی کہلاتی ہے۔ اس کے علاوہ قلات اور مستونگ میں براہوئی کے ساتھ ساتھ دہواری فارسی بھی مروج ہے۔ کوئٹہ شہر میں پنجابی، اردو اور ہندکو بولنے والے بھی آباد ہے"۔ (صابر: 2021ء ص۔37)

بلوچی زبان صدیوں سے فارسی، سندھی، پشتو، پنجابی زبانوں کے ساتھ نزدیک ہونے کے باعث الفاظ کا تبادلہ کرتی رہی ہے ایران کے نزدیک بلوچ علاقوں میں بلوچی زبان پر فارسی زبان کے اثرات پڑے ہیں اسی طرح مشرقی علاقوں میں پنجابی، سندھی، سرائیکی کے اثرات مرتب ہوئے ہیں جو کہ لوگوں کی گفتگو میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

بلوچ کا مخصوص لباس اس کی ظاہری شناخت ہے جو اسے دیگر اقوام کے لوگوں میں منفرد و نمایاں کرتا ہے بلوچوں میں لباس کو نمود و نمائش کے مقابلے میں دفاع و ستر پوشی کی حیثیت حاصل ہے انہوں نے لباس کو جنگی ضرورتوں کے مطابق بنایا ہے۔ بلوچوں میں صدیوں سے رائج دس گز کی پگڑی، ڈیڑھ تھان کا شلوار، پانچ گز کا ڈھیلا کرتہ بلوچی لباس کی پشت پر ستر پوشی کے علاوہ اس کی قدامت کی عکاسی کرتی ہے۔ اب بھی بلوچوں کے مختلف علاقوں میں اس طرح کا لباس پہنا جاتا ہے بلوچ خواتین کا لباس بھی منفرد و خوبصورت ہے۔ بلوچی کڑھائی و نقش و نگار کو دنیا میں اہم حیثیت حاصل ہے بلوچ خواتین لباس کو پہن کر فخر محسوس کرتی ہیں خواتین کی بلوچی لباس میں شائستگی، عزت، انفرادیت بہت نمایاں اور واضح ہے۔

دنیا میں تیز رفتار ترقی کے سبب مختلف اقوام اپنی قومی لباس کی جگہ حاکم اور سرمایہ دارانہ سسٹم کے تحت پروان چڑھنے والی ثقافت جو کہ گلوبل ویلج بننے کی صورت میں دنیا کے چھوٹے اقوام کو ان کی زبان، ثقافت اور دیگر روایتوں سے دور کرتا جا رہا ہے۔ مگر اگر آج کا بلوچ اپنی قومی لباس کو پہن کر فخر کرتا ہے تو اس کی انفرادیت باقی رہ جاتی ہے۔ ورنہ دوسری صورت کو نامور صحافی مقبول رانا اپنی کتاب "بولان نامہ" میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> "ہر قوم کا اپنا مزاج، اس کی ثقافت، روایات، تشخص زندگی گزارنے کے طور طریقے، غم اور کوشیوں کے اپنے پیمانے عادات و اطوار، دوستی اور محبت کے اپنے دائرے ہوتے ہیں اور جب کوئی قوم اپنے ان دائروں سے باہر نکل آتی ہے تو مفلس بن جاتی ہے۔ اقوام عالم کی تاریخ ان حقائق سے بھری پڑی ہے کہ جب کوئی قوم اپنی اصل سے دست بردار ہوگئی تو اس کے دامن میں پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جتنی بھی مزاحمت کی تحریکیں چلی ہیں اور ان میں اقلیم گیری کے ہوس اور سیم و زر کے انبار اکٹھے کرنے سے کہیں زیادہ اپنے وجود کا اقرار اور اس پر اصرار کو اہمیت رہی ہے" (رانا: 2016ء، ص 29)

اس بات میں کوئی شک و اختلاف نہیں کہ مہمان نوازی ہر قوم کی اقدار میں شامل ہے لیکن بلوچ سماج میں مہمان کے لئے جان کی بازی لگانے کے واقعات کثیر تعداد میں ہیں۔ بلوچ سماج میں میزبان خود بھوکا ہو سکتا ہے لیکن مہمان کی خدمت کے لئے ہر وہ کوشش کی جاتی ہے جو ان کی استطاعت و قوت میں ہے۔ نووارد مہمانوں اور مسافروں کو بلوچ معاشرت میں دریا دلی و خندہ پیشانی سے مہمان نوازی کی جاتی ہے اس جذبہ احساس کا بنیادی سبب بلوچ قوم کی انسان دوستی، دریا دلی و محبت ہے۔

عورت کی حیثیت:

عورت کو جتنی عزت واحترام بلوچ سماج ہے شاید کسی اور سماج و معاشرے میں نہ ہو اگر دو قبائل یا دو فریقوں کے درمیان لڑائی یا جنگ و جدل ہو اگر کوئی خاتون میدان جنگ یا لڑائی کے درمیان آجائے یا وہ جنگ کو ختم کرانے کے لئے مداخلت کرے تو خاتون کی عزت واحترام کی خاطر فریقین جنگ کو ختم کر دیں گے۔ اسی طرح کوئی عورت کسی بلوچ کے گھر خون کا عوضانہ معاف کرانے کے لئے میڑھ کے طور پر چلی جائے تو اس کی عزت کی خاطر خون کو بخش دیا جائے گا۔ اس قسم کے واقعات سے بلوچ تاریخ بھری پڑی ہے۔ بلوچ سماج میں جہاں دریا دلی اور انسان دوستی کے اوصاف موجود ہیں وہاں انتقام جوئی کے جذبات ایک پہاڑ کی شکل میں قائم ہیں۔ اگر دو قبیلوں کے درمیان کوئی لڑائی چھڑ جائے تو یہ جنگ کئی نسلوں تک چلتی ہے۔ کشت و خون کے ایسے دردناک معاملات کو ختم کرانے میں خاتون کی خدمات، عزت و احترام کام میں لایا جاتا ہے واقعی مسئلہ کا حل خاتون ادا کرتی ہے چند خاندانوں کے علاوہ بلوچ قبائل میں پردے کا رواج نہیں ہے اور مکمل آزادی ہے وہ زندگی کے مختلف شعبوں میں مردوں کے شانہ بشانہ شریک کار ہیں اور تعلیم حاصل کرنے میں پیش پیش ہیں۔ غرض یہ کہ بلوچ سماج میں خواتین کو بلند حیثیت حاصل ہے خصوصاً سماجی حوالے سے تاریخ پر نظر دوڑائیں تو گوہر جتنی کی بے شرمی کو ناقابل تصور سمجھ کر بلوچ یعنی رند ولاشار 30 سالہ جنگ کے دردناک حالات سے گزرے ہیں اسی طرح سمو کی عزت کی خاطر دودا گورگیج کی ماں نے دودا کو جان کا نذرانہ پیش کرنے کا حکم دیا یہ تاریخ کے سنہری حروف بن کر رہ گئے ہیں۔ بعض جگہوں میں انہوں نے سپہ سالار کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ جس وقت ہمایوں لشکر سوری لشکر کے ساتھ حالت جنگ میں تھا تو بلوچوں نے ہمایوں کی مدد کے لئے اس جنگ میں شریک ہوئے اس جنگ کا سہرا بلوچ خاتون بانڑی کے سر تھا بانڑی چاکر اعظم کی بہن تھی۔

میار جلی کا مطلب کسی شخص پر کوئی ذاتی دشمنی یا قبائلی جنگ کے سبب کسی کے ہاں پناہ لینا ہوتا ہے۔ بلوچ سماج میں پناہ دینا قابل فخر کام تصور کیا جاتا ہے۔ بلوچ کی تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے کیونکہ کمزور شخص اپنی حفاظت و دفاع نہ کرسکنے کے سبب مجبوراً کسی دوسرے فرد یا قبیلہ کے ہاں میار بن جاتا ہے اور وہ فرد یا قبائل کسی شرط و معاوضے کے بغیر اس کی جان و مال کی حفاظت کے لئے ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا بلکہ وہ اسے اپنا قومی فرض سمجھتا ہے اس باہوٹی اور میار جلی کے سبب چند مالدار خواتین کو ہر جتنی او سمی کی خاطر بڑی بڑی لڑائیاں لڑی گئیں ہیں گوہر جتنی ایک مالدار اور بیوہ خاتون تھی اپنی عزت او اپنی بھیڑ بکریوں کی حفاظت کے لئے چاکر رند کی پناہ میں آئی ایک روز میلہ میں رامین لاشاری اور ریحان رند کے درمیان گھڑ دوڑ کا مقابلہ ہوا رند مصنفین کی طرف سے ریحان رند کو کامیابی ہوئی تو رامین لاشاری ناکامی کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنے دوستوں کے ہمراہ راستے میں چاکر رند کے باہوٹ گوہر جتنی کے بھیڑ بکریوں کو ذبح کر دیا اور بعض کو بہت زخمی کر دیا گوہر جتنی کی اس بے عزتی پر چاکر رند کو بہت غصہ آیا اور ناکامی کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنے دوستوں کے ہمراہ راستے میں چاکر رند کے باہوٹ گوہر جتنی کے بھیڑ بکریوں کو ذبح کر دیا اور بعض کو بہت زخمی کر دیا۔ گوہر جتنی کی اس بے عزتی پر چاکر رند کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے طیش میں آکر ایک جرار لشکر سے لاشاریوں پر حملہ کر دیا۔ بعد میں یہ جنگ 30 سال تک جاری رہی اس طرح کی واقعہ بیان کرنا ضروری ہے۔

سمی بھی ایک مالدار خاتون تھی جب اپنی عزت و مال کی فکر ہوئی تو اس نے گور گیج قبیلہ کے نو عمر سردار دودا کے ہاں پناہ لی۔ دودا نے بلوچی روایات کے مطابق اس کی عزت و مال کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی۔ دودا کی شادی ہوئی تھی ایک دن گرمیوں کی تپتی ہوئی دوپہر کو جب وہ حجلہ عروسی میں گہری نیند میں سو رہا تھا تو اس کی ماں کو خبر ملی کہ کچھ راہزن سمی کی بھیڑ بکریوں کو ہانک کر لے گئے ہیں تو انہوں نے دودا کو نیند سے جگا دیا اور کہا کہ "آں مرد کہ داراں باہوٹانم روشاں نہ پساں کلاں" اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بہادر بلوچ کسی کو اپنی پناہ میں قبول کرلے وہ دوپہر کو یوں غفلت کی نیند نہیں سوتے۔ اس کی ماں نے مزید کہا کہ میں نے نو مہینہ تمہیں پیٹ میں رکھا 2 سال تک دودھ پلایا اس کے بدلے تمہارے ذمہ یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ یا تو سمی کی بکریوں کو واپس لا، یا پھر اپنی جان قربان کر دے دوداماں کی طنزیہ باتیں سن کر غصہ میں اٹھا اور اس نے راہزنوں کا پیچھا کیا لیکن افسوس وہ سمی کی بھیڑ بکریوں کو نہیں لا سکا لیکن اپنی والدہ کی دوسری بات پر عمل پیرا ہو کر جان کا نذرانہ پیش کیا۔ ان دونوں واقعات کے علاوہ ایک اور تاریخی واقعہ اس طرح ہے کہ جب شہنشاہ ہمایوں شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر ضلع چاغی کی طرف آیا تو مرزا کامران والئ قندھار کی طرف سے چاغی کے بلوچ سردار ملک خطی کو حکم ملا تھا کہ ہمایوں کو اپنے علاقے میں ڈھونڈ کر گرفتار کرکے قندھار لائیں۔ سردار ملک خطی نے حکم کی فرمانبرداری کے لئے مختلف جگہوں پر تلاشی شروع کر دی جب وہ ناکام ہو کر گھر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ہمایوں اس کے گھر تشریف لا چکے ہیں تو یہ حالت دیکھ کر وہ آزمائش میں پھنس گئے لیکن انہوں نے بلوچی روایات کو مد نظر رکھ یہ طے کر لیا کہ وہ اپنی مہمان کی جان و مال کی حفاظت کرے گا انہوں نے باعزت طریقے سے ہمایوں کو ایران کی سرحد کے پار پہنچایا اور ایک غیور بلوچ کی حیثیت سے اپنا قومی و اخلاقی فرض سرانجام دیا۔

بلوچوں کی امن پسندی اور اپنے سرزمین اور روایت سے محبت کا عکس نامور تاریخ دان ملک سعید دھوار "تاریخ بلوچستان" میں تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "جہاں تک بلوچستان کا تعلق ہے یہاں گذشتہ پانچ ہزار سال سے برابر منظم اور ترقی یافتہ حکومتیں قائم چلی آئی ہیں یہاں کے باشندے زمانہ قدیم سے منظم حکومتوں کے تحت زندگی بسر کرتے چلے آئے ہیں اور ہزاروں برسوں میں تاریخ کے کسی بھی مرحلے میں یہاں کبھی بھی کوئی ایسا حادثہ یا صورت حال پیش نہیں آئی کہ منظم حکومت کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہو اور اس کی جگہ لاقانونیت نے لے لی ہو اور یہاں کے باشندے سیاسی شعور سے پوری طرح بہرہ ور ہیں اور آمریت اور جمہوریت کے درمیان فرق کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے اپنی زبان میں زبروا جگی اور استمان واجگی کا نام دیتے ہیں"(دھوار 2007ء:ص 48-49)

بلوچ قوم تاریخی طور پر خانہ بدوش قوم ہے وہ پہاڑوں، صحراؤں اور دشت و بیابان میں زندگی گزارتے رہے ہیں دشت و بیابان میں معاشی ضروریات و مسائل کا کوئی مستقل انتظام نہیں تھا اس لئے زندگی کی ضروریات کی بنیاد پر بلوچ قبائل ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل مکانی پر مجبور تھے۔ عہد جدید کے ترقی یافتہ ذرائع نقل و حمل کے باوجود بولان اور مولہ سے اونٹوں کے قافلوں کی قطاریں بلوچوں کی خانہ بدوشانہ زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔

بلوچستان کے معروف لکھاری عابد میر اپنی کتاب "بلوچستان کا عکس" میں بلوچستان کے خانہ بدوشوں کا ذکر کرتے ہوئے یوں تحریر کرتے ہیں:

> "بلوچستان اور خانہ بدوشوں کا تعلق کچھ ایسا ہی جڑا ہے جیسے کسی بھی سرزمین کے ساتھ وہاں کی لوک داستانوں کا تعلق ہوتا ہے۔ بلوچستان کے خانہ بدوشوں کا رشتہ بھی اس سرزمین کے ساتھ رومانوی داستانوں جیسا ہی قدیم اور حسین بھی ہے۔ بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ یہاں خانہ بدوشوں کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود بلوچ سرزمین کی تاریخ۔ ہجرت کا عنصر تو ویسے بھی بلوچ سرشت میں تاریخی طور پر شامل رہا ہے۔ (میر 2011ء:۔ص 11)

اس صحرانشینی کے باعث بلوچوں کے رویہ میں جستجو، تلاش و تحقیق کے جذبات پیدا کئے ہیں جو کہ ابھی تک قائم و دائم ہیں۔ اور وہ جسمانی طور پر مضبوط اور بہت جنگجو بہادر ہیں۔

بلوچ خانہ بدوشی کو مزید جاننے کے لئے تاریخ دان فاروق بلوچ کے دیئے ہوئے حوالے کو جانتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

> "خانہ بدوش کبھی بھی زمین کے ٹکڑے یا کسی پہاڑی پتھر کے لئے نہیں لڑتا اسے مٹی کے ذروں یا پہاڑی لعل و جواہر کی قدر کا کوئی اندازہ نہیں ہوتا اس کی لڑائی تو عموماً کسی چراہ گاہ یا پہاڑی چشمے کے لے ہوتی ہے اور کوئی خانہ بدوش کسی عالمی طاقت سے کبھی ٹکر نہیں لیتا اس کی لڑائی تو عموماً اپنے جیسے کسی دوسرے قبیلے سے ہوتی ہے جو کسی چراگاہ یا پانی کے چشمے پر قابض ہوا ہو۔ وہ تو ایک جگہ ٹک کے بیٹھتا نہیں اسے زمین کی قدر و قیمت کا کیا پتہ ہوگا اور اس کا کوئی وطن نہیں ہوتا اور جس کا وطن نہیں ہوتا تو بھلا وہ پرائی زمین کے لئے کیوں لڑے اور اسے وطن کی قدر و قیمت کا کیا اندازہ۔ بلوچوں کی تاریخ تو یہ ہے کہ آرین حملوں 1500 ق م سے لے کر موجودہ دور تک اپنے وطن کی دفاع کی خاطر عالمی طاقتوں سے نبرد آزما ہیں۔ بھلا ایک بے وطن چرواہا یہ سب کچھ کیسے کر سکتا ہے۔"(بلوچ: 2019ء، ص 49)

اندازہ کیجئے کس طرح وقت اور حالات نے بلوچ کو کسی ایک چشمے اور چراگاہ کے لئے لڑنے سے لے کر اپنی ثقافت اور بہتر زندگی کے لئے محنت، جدوجہد، تعلیم اور ہنرمندی کی طرف رفتہ رفتہ سفر کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ خانہ بدوشانہ زندگی بلوچ قوم کے زندگی کا ایک پہلو ضرور ہے مگر آج بھی شہروں اور دیہاتوں میں بہتر سہولتوں اور بہتر زندگی کے لئے دن رات کوشاں ہے۔

بلوچ ثقافت میں مدد و تعاون کے عناصر بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ مدد و تعاون خصوصاً خوشی اور غمی کی حالت میں دیا جاتا ہے۔ بجار بلوچ سماج میں شادی کے موقع پر دیا جاتا ہے۔ یہ مدد نقد رقم، خورد نوش کے سامان اور بھیڑ بکریوں کی شکل میں رضاکارانہ طور پر دیا جاتا ہے کسی ضرورت مند غریب کے لئے بروقت بجار یعنی مالی امداد نا قابل فراموش، خوشی کی بات ہوتی ہے کیونکہ کسی غریب کے لئے لب دینا اور شادی کے دوسرے اخراجات پورا کرنا بہت مشکل و کٹھن ذمہ داری ہے اسی طرح مقدمہ کی صورت میں جرمانہ کی ادائیگی یا مشکل گھڑی میں پیسہ دینا ہر کسی کی استطاعت و قوت سے باہر ہے تو وہ خود یا اس کے عزیز و اقارب اپنے برادری یا قبیلہ کے لوگوں سے مالی مدد و تعاون کا اظہار کرتے ہیں اور اس امداد طلبی کو پوڑی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک قسم کا چندا یعنی امداد ہے سماجی تقریبات یا کٹھن مواقعوں پر امداد باہمی بلوچ سماج میں محبت، دوستی و انسانیت کا مظہر ہے بلوچ ثقافت میں اس کی اہمیت و افادیت پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے اس امداد باہمی سے

CC BY

قبیلہ کے لوگ نہایت خندہ پیشانی سے پیش پیش ہوتے ہیں اس مدد وتعاون سے محبت واخوت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ایسی امداد باہمی کو لینے یا دینے پر کوئی سماجی ومذہبی عیب، شک نہیں۔ بجار اور پوڑی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ پھوڑی کے لئے خود لوگوں کے پاس جانا پڑتا ہے جبکہ بجار قبیلہ کے لوگ یا عزیز واقارب رضاکارانہ طور پر ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ یہ رسم خاص انسانی ہمدردی اور مدد و تعاون کے مقصد قائم ہے۔ یہ منافع گداگری سے مکمل پاک ہے۔

بجار اور پھوڑی کے ساتھ ساتھ بلوچ سماج میں مدد وتعاون کی ایک تیسری رسم عام ہے بلوچی میں اس کو حشر کاری کہتے ہیں۔ مگر کچھ علاقوں میں اسے آواچکی کہا جاتا ہے ایک کاشتکار یا زمیندار آلات کاشتکاری کی عدم موجودگی یا انسانی وسائل کی کمی کے سبب اپنی زمینوں پر بروقت بوائی اور کٹائی کے لئے مدد وتعاون کا مطلوب ہوتا ہے تو وہ علاقہ اور قبیلے کے زرات پیشہ افراد کی طرف سے مدد وتعاون کا طلبگار ہوتا ہے اس طرح بروقت یا موسمی کاشت کے لئے بلوچ سماج میں جب بھی ایک دوسرے کو پکارا جاتا ہے حشر کاری کہا جاتا ہے اس پکار و مدد کے لئے تمام زمیندار و کاشتکار مقررہ وقت پر اپنے بیل، دوسرے ضروری آلات اور لوگوں کے ساتھ مذکورہ زمین پر آ پہنچتے ہیں سب اکٹھے ہو کر بخوشی امداد طلب کرنے والے فرد کے ساتھ یکجہتی و محبت کا مظاہر کرتے ہیں یہ مدد وتعاون ایک دوسرے کے ساتھ محبت واخلاق کا احساس وجذبہ پیدا کرتا ہے یہ بھی ایک قسم کی حشر کاری ہے اس کے علاوہ بلوچ سماج میں زندگی کے دوسرے شعبوں میں مدد وتعاون کیا جاتاہ۔ کاشتکاری کے علاوہ جب کسی لرکے کی شادی قریب ہو اور شادی کا لباس تیار نہ ہونے کی صورت میں سب علاقے کی لڑکیاں وخواتین دلہن کے لباس کو تیار کرنے میں رضاکارانہ طور پر مدد کرتے ہیں ۔

قول واقرار:

بلوچ قوم قدیم دور کسی قسم کی ہمت جرات وشخصیت کو پرکھنے کا واحد ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے کہ وہ شخص اپنے قول واقرار کو نبھانے کے لئے کسی حد تک کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ بات تاریخ میں شاندار الفاظ میں موجود ہے بلوچ قوم نے قول واقرار کو پورا کرنے میں شاندار روایات قائم کی ہیں بلوچ سماج میں قول واقرار پر قائم نہ ہونے والے شخص کم درجہ، بے عزت تصور کیا جاتا ہے ان باتوں سے بلوچی قول اقرار کا نام ایک روایت بن گئی جس طرح لوگ قول واقرار کرنے والے سے پوچھتے ہیں کہ آپ کا قول بلوچی قول ہے اس کا مطلب بلوچی قول لازمی طور پر پورا کیا جاتا ہے کیونکہ قول واقرار پر عملدرآمد ہونے پر لوگوں نے بہت قربانیاں دی ہیں۔

قربانیوں کی جہاں تک بات ہے تو بلوچ نے اپنی ثقافت، ادب، تاریخ کے لئے جتنی قربانیاں دی ہیں وہ دنیا کے نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ اس جذبے کو ڈاکٹر ظفر اللہ اپنی کتاب "بلوچستان آپ بیتی" میں بلوچ کو پکارتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> "بلوچ اس حقیقت سے بخوبی واقف اور آگاہ ہیں کہ ان کی سرزمین بے شمار قدرتی خزانوں سے مالامال ہے اور اس کے وسائل اور آمدنی ان کی اپنی ضرورت سے بہت زیادہ ہیں لیکن ضرورت اس وقت ہمیں اپنے اندر تبدیلی کی ہے ہمیں ایک مذہب باتہذیب اور جدید سائنسی علوم کے ساتھ ایک نئے معاشرے کی تشکیل کے لئے جہاں انفرادی حوالے سے انسانیت کے عالمی حقوق کی پاس داری، انصاف اور مساوات کی بنیاد پر ایک پر امن سماجی ماحول پیدا کرنے کی جدوجہد میں اپنا حصہ شامل کرنا ہے یہی ہمارا مقصد حیات ہے اور رب العزت کی صفت اور توحید کی پہنچان ہے۔ (ظفر اللہ 2013: ص۔ 162)

قول واقرار کے حوالے سے بلوچ تاریخ میں ایک لازول داستان عشق نے جنم لیا جو شے مرید حانی کی داستان کے نام سے بہت مشہور ہے شے مرید نے قول کیا تھا کہ جمعرات کی صبح میرے پاس جو سوالی آکر جو کچھ بھی مانگے وہ اسے دے دیں گے۔ چاکر رند نے کچھ ڈھول بجانے والوں کو شے مرید کے ہاں بھیجا اور کہا کہ وہ میرے لئے حانی کو مانگ لے۔ جب وہ لوگ شے مرید کے دربار میں آئے اور حانی کو مانگا تو شے مرید نے اپنی محبوبہ ومنگیتر حانی کو بخش دیا حانی کو دینے کے بعد شے مرید نے مجنوں کی طرح پوری زندگی تڑپ تڑپ کر گزاری۔

بلوچ معاشرے میں چور کو ثابت کرنے کے طریقے نہایت عجیب ہیں۔ یہ عمل زیادہ تر عینی شاہد نہ ہونے کی صورت میں کیا جاتا ہے بعض قبائل میں ملزم کو آگ اور پانی کے ذریعے اپنی بے گناہی ثابت کرنی ہوتی ہے۔ اسے بلوچی میں "آس آپ" کہتے ہیں۔ ان دونوں میں سے چناؤ کا حق ملزم کو دیا جاتا ہے آگ پر سے گزرنے کی صورت میں انگاروں پر چل کر اپنی بے گناہی ثابت کرنا ہوتی ہے۔ اگر آگ نے ملزم کے پاؤں جلائے تو وہ مجرم ٹھہرتا ہے اگر نہیں تو وہ بے گناہ ٹھہرتا ہے۔

بلوچستان اور بلوچ کی ان رسومات اور روایات کو ان کے علاوہ بہت کم لوگ اس حوالے سے معلومات رکھتے ہیں یا جانتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں بسنے والے اقوام کو ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے اور امن اور دوستی سے ملنے کے مواقع نہیں دیئے گئے جس کی شکایت ہر کوئی کرتا ہے۔ اسی کمی کو ملک کے ممتاز صحافی مجید اصغر اپنی کتاب "مقدمہ بلوچستان" میں اور واضح کر کے بیان کر دیا وہ لکھتے ہیں:

> "پاکستان میں چھپنے والی کتابوں اور تحقیقی حوالوں میں بھارت کی تاریخ، ثقافت اور دوسری سماجی حقیقتوں کا ذکر تو کثرت سے ملتا ہے مگر بلوچوں کی تاریخ اور تہذیبی روایات کو کوئی جگہ نہیں دی جاتی۔ عمومی سوچ یہ ہے کہ بلوچوں یا دوسری وفاقی اکائیوں کے تاریخی و سماجی خدوخال اجاگر کرنے سے مملکت کمزور ہو جائیگی۔ یہ بڑا عجیب و غریب فلسفہ ہے۔ آخر بلوچوں کی تاریخ، بلوچی زبان کے محاوروں اور ضرب الامثال، بلوچی ادب، شاعری اور سماجی اقدار کا ذکر کیوں نہیں کیا جاتا؟ بلوچستان اگر پاکستان کا حصہ ہے تو ماضی وحال میں اس کا جو بھی ورثہ تھا یا ہے اسے بھی پاکستان کا حصہ ہونا چاہئے اگر ہماری نصابی کتب میں میر تقی میر کا ذکر کیا جاتا ہے تو ملا فاضل یا مست توکلی کا حوالہ کیوں موجود نہیں؟ اگر ہمیں مغل بادشاہوں کے بارے میں پڑھنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو میر چاکر رند او میر گواہرام لاشاری کے متعلق کیوں کچھ نہیں پڑھایا جاتا ملک کے دانشوروں اور اہل قلم کو بلوچوں ہی سے نہیں دوسری قومیتوں کے ساتھ بھی یہ ناروا امتیاز نہیں برتنا چاہئے" (اصغر 2014ء: ص۔ 211)

چلوں یہ بھی بڑی غنیمت ہے کہ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے افراد بلوچ کی شکایت کا ذکر اپنی کتاب میں کر رہے ہیں۔ دوسری جانب اس سلسلے میں حکومتی سطح پر ان ذکر اور فکر پر غور و غوض کرنی چاہئے۔

بلوچ کے مختلف قبائل میں بکری بھیڑ کے شانے کی لکیروں سے بیماری امن وجنگ، موسمی حالات او دیگر قدرتی آفات کے بارے میں پیشگوئی کی جاتی ہے۔ اس طریقہ کار پر بہت سے لوگوں کو مکمل اعتماد ہے۔ اب بھی مشرقی بلوچ علاقوں میں اس طریقہ پر عمل کیا جاتا ہے یہ پیشن گوئی شانے کی لکیروں کو اس فن کے ماہرین کر سکتے ہیں یہ بات قابل ذکر ہے کہ زیادہ تر ایسی پیشگوئیاں درست ثابت ہوتی ہیں۔

پڑس بھی امداد باہمی وتعاون ہے لیکن اسے صرف موت کے موقع پر مرنے والے کے ورثاء کو ان کے طلب نہ کرنے پر رضاکارانہ طور پر دیا جاتا ہے فاتحہ خوانی کے لئے آنے والے لوگ ورثاء کو حسب توفیق نقد رقم بھیڑ بکری، خوردنوش کی اشیاء رضاکارانہ طور پر پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مرنے والے کے ورثاء کو ہمسایہ یا رشتہ دار تین دن تک کھانا دیتے ہیں تاکہ وہ اپنا کم از کم تین دن تک چولہا نہ جلائیں۔

CC BY

بلوچ معاشرے میں بچے کی پیدائش کے چھٹے دن اس کا نام رکھا جاتا ہے اس دن کی رسم کو شُشکان کہتے ہیں۔ اسی دن بچے کا نام رکھنے کی تقریب میں ہمسایہ، رشتہ دار اور خاندان کے افراد کثیر تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔ شادی کی طرح آنے والے مہمانوں کی تواضع کی جاتی ہے اور ڈھول پر رقص کیا جاتا ہے اور مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے:

"بلوچی لوک گیتوں میں خوشی اور غمی کی کیفیات اس انداز سے بیان ہوتی ہیں کہ سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ واقعات اس کے سامنے یا اس کے اپنے ساتھ پیش آئے ہیں۔ بلوچی لوک گیتوں میں درج ذیل اصناف میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ لیلڑو، ہالو، دمتانگ (دمتانغ) لازوک، لیلری، ڈیہی، لیلکو، نازینک، زہیروک، میت اور مودگ یا موتگ وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جنہیں پہاڑوں میں چرواہے میدانوں میں کسان اور گھروں میں کام کاج کرنے والی خواتین اکثر اوقات گاتی ہیں۔ بلوچی لوک گیت عوامی مزاج کے مکمل آئینہ دار ہیں۔ ان میں قبائل کے درمیان لڑائیوں کا حال، موسم اور ماحول سے متاثر شاعر کی دلی کیفیات اور چرواہوں اور کسانوں کے جذبات و احساسات شامل ہوتے ہیں" (صابر، 2021، ص252)

بلوچ سماج کے یہ تو صرف چند ہی نقطے تھے جن کو ہم نے جاننے کی کوشش کی اور اس حوالے سے ملک کے معروف صحافی، دانشور اور ادیبوں کی رائے بھی جان لی۔ اگر باریکی بینی سے دیکھا اور پرکھا جائے یا تحقیق کی جائے تو بلوچ ثقافت کی بے شمار نقطے اس قوم میں اپنی صدیوں سے قائم اپنی خوبصورتی اور افادیت کے ساتھ موجود ہیں۔ جہاں ہم نے ملک میں پائے جانے والے رویوں اور نظرانداز کئے جانے والی پالیسیوں اور اقدامات کو تحقیق کرنے والوں کی رائے میں رد کیا بالکل اسی طرح آج بلوچ نوجوان، ادیب، صحافی، دانشور اور سیاست کو چاہئے کہ وہ زندگی کے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ بلوچ ثقافت کی ان پہلوؤں کو بھی اپنی تحریر اور تقریر میں واضح اور ٹھوس بنیادوں پر بیان کریں۔ تاکہ آج اور آنے والی نسلیں اپنی ان قیمتی اثاثوں کے متعلق جان سکیں اور اُن کو اسی حالت میں اچھے اور مثبت انداز میں آگے بڑھا سکیں۔

CC BY

حوالہ جات

اصغر، مجید (2014) مقدمہ بلوچستان، سیلز اینڈ سروسز جناح روڈ کوئٹہ

بلوچ، فاروق (2019) بلوچ اور اُن کا وطن، فکش ہاؤ س، لاہور

دہوار، ملک سعید (2007) تاریخ بلوچستان، بلوچی اکیڈمی کوئٹہ

رانا، مقبول (2016) بولان نامہ، گوشہ ادب جناح روڈ کوئٹہ

صابر، ڈاکٹر عبدالرزاق (2021) براہوئی اور بلوچی کے لسانی روابط، براہوئی ادبی سوسائٹی پاکستان کوئٹہ

ظفر اللہ، ڈاکٹر (2013) بلوچستان، آپ بیتی، قلات پبلشرز جناح روڈ کوئٹہ

میر، عابد (2011) بلوچستان کا عکس، گوشہ ادب جناح روڈ کوئٹہ

حوالہ جات

CC BY